کلمہ حق

رئیس التحریر

بھارت کی بالادستی اور بعض پاکستانی دانش ور

نجم سیٹھی سے میرا براہ راست تعارف نہیں ہے، اخبارات ہی کے ذریعہ کبھی کبھار ان کے خیالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ انہیں تفصیل کے ساتھ پڑھنے کا کبھی موقع نہیں ملا اور نہ کبھی اس کی ضرورت پیش آئی ہے۔ البتہ ان کی گرفتاری کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی ہے اور جس طرح ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ان کی گرفتاری پر رد عمل کا اظہار ہوا ہے حتیٰ کہ امریکی سفیر کو بھی لب کشائی کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اس کے پیش نظر یہ خیال ہوا کہ انہیں پڑھنا چاہیے یا کم از کم ان کے اس خطاب سے آگاہی کی کوئی صورت ضرور نکالنی چاہیے جو بھارت کی سرزمین پر ہوا اور جسے ان کی گرفتاری کے پس منظر میں خاصی اہمیت دی جا رہی ہے۔ خدا بھلا کرے ان کی اہلیہ محترمہ کا کہ انہوں نے اس خطاب کا متن اخبارات کو جاری کر دیا اور میرے جیسے لوگوں کی بھی اس خطاب تک رسائی ہو گئی۔

میں نے ان کے خطاب کا مطالعہ کیا ہے اور اس لحاظ سے انہیں داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ انہوں نے جو محسوس کیا یا جو کچھ ان کے دل میں تھا انہوں نے اس کا اظہار کر دیا اور اس بات کا بھی لحاظ نہیں کیا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں اور کن لوگوں کے سامنے گفتگو کر رہے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا مفتی محمودؒ جب دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں شرکت کے لیے بھارت گئے تو اس وقت صورت حال یہ تھی کہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے ساتھ ان کی اچھی خاصی ٹھن چکی تھی اور وہ قومی سیاست میں جنرل ضیاء الحق کے خلاف ایک طاقت ور اور وسیع تر سیاسی اتحاد قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ دوسری طرف ان سے منسوب یہ جملہ بھی خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا کہ "ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔" یہ جملہ در اصل کیا تھا اور اس کی پوری کہانی کیا ہے؟ اس پر پھر کسی موقع پر عرض کروں گا، کیونکہ میں اس کا عینی گواہ ہوں۔ سردست دہلی میں مولانا مفتی محمودؒ کی بھارت کے اخبار نویسوں کے ساتھ گفتگو کا تذکرہ کرتے ہوئے اس وقت کے مجموعی تناظر کو سامنے لانا چاہتا ہوں کہ اس پس منظر میں بھارت کے اخبار نویسوں نے مفتی صاحب مرحوم سے پاکستان کی داخلی صورت حال کے بارے میں کچھ سوالات کرنا چاہے تو مفتی صاحب نے انہیں بلا تکلف ٹوک دیا کہ میں دہلی میں بیٹھ کر ان سوالات کا جواب نہیں دوں گا کیونکہ یہ معاملات ہمارے گھر کے اندر کے ہیں اور یہاں میں صرف پاکستان کا نمائندہ ہوں۔ مگر نجم سیٹھی صاحب نے جس انداز میں پاکستان کی داخلی صورتحال پر بھارت میں بیٹھ کر بحث کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں سرحدات اور دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات کے وہ دائرے قائم نہیں رہے جو گزشتہ نصف صدی سے تاریخ کا حصہ چلے آرہے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کی نظریاتی شناخت کا تعلق ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ ابھی تک قائم نہیں ہوئی مگر یہ غلط ہے کیونکہ پاکستان کی قومی شناخت ۶۵ء میں دنیا بھر نے اس وقت دیکھ لی تھی جب بھارت نے لاہور پر قبضہ کے لیے شب خون مارا تھا اور پوری قوم اس جارحیت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی تھی۔ یہ پاکستان کی قومی شناخت تھی جس کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر تھی اور پھر اسی شناخت کو سبوتاژ کرنے کے لیے بھارت کی قوتیں اور لابیاں متحرک ہو گئی تھیں۔ ہماری بدقسمتی یہ نہیں کہ ہم "قومی شناخت" نہیں رکھتے بلکہ اصل بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری قومی شناخت کے ساتھ ہمارے حکمران طبقات کی کمٹ منٹ نہیں ہے اور نجم سیٹھی جیسے دانش وروں کا ذہن جو کسی نہ کسی اوٹ میں حکمرانی کی کمین گاہوں تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اس قومی شناخت کو قبول نہیں کر رہا، ہمیں آج تک "قومی شناخت" کے ساتھ نظریاتی اور شعوری وابستگی رکھنے والی لیڈر شپ نہیں ملی اور اس کے نتیجے میں وطن عزیز پہلے بھی دو لخت ہوا ہے اور اب پھر قومی عصبیتوں کے نام سے اس کے خلاف سازشوں کا نیا تانا بانا بنا جا رہا ہے۔

نجم سیٹھی نے اس خطاب میں دنیا کی مسلم ریاستوں کو روایتی اور لبرل ریاستوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ جن ریاستوں کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ اپنی پالیسیوں کے حوالہ سے کم و بیش سب کی سب لبرل ہیں اور مغربی استعمار کی طے شدہ پالیسیوں کے دائرہ میں چل رہی ہیں۔ صرف ہماری شمال مغربی سرحد پر ایک روایتی نظریاتی ریاست کے ابھرنے کے امکانات پیدا ہوئے ہیں تو پوری دنیا خوف کا شکار ہو گئی ہے کہ اگر یہ ریاست کامیاب ہو گئی تو مروجہ مصنوعی نظاموں کا کیا بنے گا؟

نجم سیٹھی کو یہ بھی پریشانی ہے کہ اسلام کی تعبیر میں جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام اور سپاہ صحابہؓ میں کس کی اجارہ داری ہوگی؟ مگر وہ اس حقیقت سے جان بوجھ کر لوگوں کی توجہ ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کی دستوری تعبیر اور قانون سازی کے حوالہ سے نہ صرف ان مذکورہ جماعتوں میں بلکہ پاکستان کے کم و بیش سبھی دینی حلقوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ اپنے اتفاق رائے کا اظہار علماء کے ۲۲ دستوری نکات، ۷۳ء کے دستور، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کی صورت میں کئی بار کر چکے ہیں۔

یہاں نجم سیٹھی کے خطاب کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف اس انداز کی طرف توجہ دلانا مطلوب ہے جو انہوں نے بھارت کی سرزمین پر کھڑے ہو کر پاکستان کے داخلی حالات پر گفتگو کرتے ہوئے اختیار کیا ہے اور اس کا مقصد واضح کرنے میں بھی کسی ہچکچاہٹ کا مظاہر نہیں کیا۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے کہ

”اگر بھارت کے عقبی صحن میں غیر مستحکم اور ناراض ہمسایہ موجود ہوگا تو وہ کبھی اپنا عظیم طاقت بننے کا خواب پورا نہیں کر سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر بھارت کا خواب فوجی وسعت کی حکمت عملی پر قائم ہے تو پاکستان کی جوابی اسلحہ سازی یہ خواب کبھی پورا نہیں ہونے دے گی۔ لہٰذا آنے والے سالوں میں بھارت اگر اپنی شناخت ایک عظیم طاقت کے طور پر کرانا چاہتا ہے تو اس کی بنیاد بھارت کی فوجی طاقت نہیں ہوگی بلکہ یہ حقیقت ہوگی کہ پاکستان سمیت جنوبی ایشیاء کے ممالک معاشی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ کس قدر پیوست ہیں۔“

ہمارے خیال میں اس کے بعد نجم سیٹھی کے خطاب کے کسی اور حصے پر گفتگو کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ جب گفتگو کا ایجنڈا ہی بھارت کی عظمت کا اعتراف اور اسے عظیم طاقت کے روپ میں پیش کرنا ہے تو پھر اس مقصد کے لیے وہی باتیں کہی جا سکتی ہیں جو نجم سیٹھی نے کہی ہیں اس کے سوا اور وہ کہہ بھی کیا سکتے تھے؟

مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبد العزیز بن بازؒ

عالم اسلام کی ممتاز علمی شخصیت اور سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ عبد العزیز بن بازؒ گزشتہ ہفتے دارفانی سے رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ان کا شمار اپنے وقت کے بڑے علماء میں ہوتا تھا اور سعودی عرب کے مفتی اعظم کی حیثیت سے ان کے فتاویٰ کو پورے عالم اسلام میں وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ نابینا تھے مگر اس کے باوجود مسائل اور ان سے متعلقہ جزئیات پر ان کا استحضار لائق رشک تھا۔ سلفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور اس حوالہ سے ان کی بعض آراء اور فتاویٰ سے اہل علم کو اختلاف بھی تھا جیسا کہ اہل علم میں ہمیشہ رہا ہے مگر ان کی نیکی، تدین اور علم دوستی کے بھی معترف رہے ہیں۔

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ

ملک کے معروف عالم دین اور نامور خطیب حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ گزشتہ روز طویل علالت کے بعد گجرات میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا شمار ملک کے بزرگ علماء میں ہوتا تھا اور انہوں نے ساری زندگی توحید و سنت کے پرچار کے لیے مسلسل محنت کی۔ بعض مسائل پر وہ رائے کا تفرد بھی رکھتے تھے جس پر ملک کے جمہور علماء اہل سنت کو ان سے اتفاق نہیں تھا تاہم ان کی زندگی توحید و سنت اور اپنے مشن کے حوالہ سے مسلسل جدوجہد سے عبارت اور پرانے دور کے وضعدار علماء کا نمونہ تھی۔

الحاج مولانا فاروق احمد آف سکھر

سکھر پاکستان کی معروف روحانی شخصیت حضرت حاجی فاروق احمد گزشتہ روز انتقال کر گئے انا للہ انا الیہ راجعون۔ ان کا روحانی تعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ سے تھا اور وہ ان کے خلیفہ مجاز تھے پاکستان اور بیرون ملک ہزاروں طالبان راہ خدا نے ان سے فیض حاصل کیا، نیک دل اور خدا ترس بزرگ تھے اور ہمہ وقت مخلوق خدا کی اصلاح کا فکر انہیں دامن گیر رہتا تھا۔

جناب حاجی کرامت اللہؒ

گزشتہ روز اسلام آباد سے مولانا عبد الحمید عباسی نے فون پر اطلاع دی کہ حاجی کرامت اللہ صاحب کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاجی صاحب ہمارے پرانے اور مہربان دوستوں میں سے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے منسلک تھے اور جمعیت کے رضا کار شعبہ ”انصار الاسلام“ کو ملک گیر سطح پر منظم کرنے میں انہوں نے سرگرم کردار ادا کیا۔ ایک عرصہ تک سالار اعظم رہے جبکہ ان کے فرزند مولانا سعادت اللہ خان نے جہاد افغانستان میں بھرپور حصہ کیا اور ان کا شمار حرکت الجہاد الاسلامی کے مرکزی راہ نماؤں میں ہوتا ہے۔ حاجی صاحب ایک عرصہ سے صاحب فراش تھے اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کی مغفرت فرمائیں، حسنات کو قبولیت سے نوازیں، سیئات سے درگذر کریں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین